OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com
DOI: https://doi.org/10.53575/arjicc.v3.02(22)u2.11-23

معاملات کے حل میں حکمت نبوی ﷺ

Policy In Resolving Issues ﷺ Holy Prophet's

Dr. Khalid Rasool
Lecturer, Islamic Studies Government Boys Degree College Tando Muhammad khan.
Email: khalidrasool28@gmail.com

Dr. Hafeez Ur Rehman Rajput
Lecturer Islamic Studies Government College University Hyderabad.
Email: hafeezurrehman@gcuh.edu.pk

Masood Ahmed Siddiqi
Lecturer Department of Education Government College University Hyderabad.
Email: Masood.ahmed@gcuh.edu.pk

Received on: 04-04-2022 Accepted on: 08-05-2022

Abstract

Allah's Prophet ﷺ Provided guidance to people for running the affairs of life in the light of Allah's revelations by using his intellect and wisdom. Holy Prophet ﷺ took very little time for enforcing the injunctions of Allah. He did not leave any aspect of human life unaddressed. Allah revealed not only the Holy Book on himﷺ but he was also bestowed with glorious wisdom. Every Prophet got knowledge from three sources: Wahi, prophethood and intellect. Prophethood has been regard as an ability to differentiate right from wrong, a source of intellect and sometimes education. The knowledge of prophethood is lower in status than revelation and higher than common human intellect. Shah Wali Allah and others have called it prophetic power of theological inference. Research has concluded that there have been several occasions when Holy Prophet ﷺresolved issues in light of Allah's revelations and his own wisdom and intellect, issue of Hajar e Aswad, charter of Madinah, foiling the conspiracies of disbelievers, treaty of Hudaibiya and conquest of Makkah are few bright examples which manifestly express the wisdom and vision of Holy Prophet ﷺ.At the end of research paper recommendation have been made to the life of Holy Prophet ﷺis the best model for success and prosperity, especially the rulers and leaders.

Keywords: Brotherhood, Treaty, Defense, Hypocrites, Wisdom, Secret

تعارف

اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے مختلف ادوار میں زمین کے مختلف خطوں پر انبیاء و رسل مبعوث فرمائے۔ جنہوں نے لوگوں تک حق تعالیٰ کا پیغام من وعن پہنچایا۔ نبوت ورسالت کا یہ سلسلہ آنحضرت محمد ﷺ کی بعثت پر ختم ہوا۔اس طرح تکمیل نبوت

کے ساتھ دین کی بھی تکمیل ہوگئی۔

نبیؐ رحمت حضرت محمد ﷺ سرزمین عرب کے شہر مکے میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ خطہ تھا، جس کے لوگ کشت وخون کے رسیا تھے۔ نوشت و خواند سے یکسر مبرا تھے۔ جو ظلمت وجہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جن کے قلوب کفر و شرک کی سیاہی سے معمور تھے۔ جو رسم ورواج اور تقلید کی زنجیروں میں مقید تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی انقلاب آفریں تعلیم سے اس خطے میں علم اور حق وصداقت کا نور پھیل گیا، رنگ ونسل کے تمام امتیازات ختم ہوگئے، صلح وامن کی فضا قائم ہوگئی، تمام لوگ محبت واخوت کے رشتے میں استوار ہوگئے۔

رسول اکرم ﷺ نے قلیل مدت میں حق تعالیٰ کے تفویض کردہ فرائض انجام دیے۔ آپ نے اصلاحات انسانی کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا۔ آپ نے لوگوں کو توحید کی تعلیم دی، لوگوں کے عقائد درست کئے، عبادات کے طریقے بتائے، آداب تمدن سکھائے۔

نبی اکرم ﷺ نے سلطنت وسیاست سے لے کر نظم ونسق تک، صلح وجنگ سے لے کر خانہ داری تک، خرید وفروخت سے لے کر اکل و شرب تک، نیز دیگر امور میں بھی وحی الٰہی کی روشنی میں اور مدبرانہ فہم وفراست کے تناظر میں لوگوں کو تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں پر کتابوں کے ساتھ حکمت بھی نازل فرماتا ہے قرآن کریم میں حضور اکرم ﷺ پر کتاب کے ساتھ حکمت نازل ہونے کا بھی بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا“[1]

”اور اتاری ہے اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت اور سکھادیا آپ کو جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے“

”يُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ“ [2]

”عطا فرماتا ہے دانائی جسے چاہتا ہے اور جسے عطا کی گئی دانائی تو یقیناً اسے دے دی گئی بہت بھلائی“

”هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ “[3]

”وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے“

حکمت کے منزل من اللہ ہونے کی وضاحت خود حضور ﷺ نے بھی بیان فرمائی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

” ألا إني أوتيت الْكِتَابَ ومثله معه ألا إني أوتيت القرآن ومثله معه “[4]

”خبردار! مجھے کتاب اور اس کے ساتھ اس کی مثل (حکمت) عطا کی گئی ہے۔ خبردار! مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مثل عطا کی گئی ہے“

ہر نبی میں علم وفہم کے تین ذریعے ہیں، وحی، ملکہ نبوت، اور عام عقل بشری۔ وحی کی مخصوص نعمت کے بعد فہرست میں جو چیز نظر آئے گی وہ علم نبوت ہے، جس کے لئے علماء نے مختلف اصطلاحات وضع کی ہیں۔ علم نبوت کو کہیں ذکر (یادداشت)، کہیں حکم (حق وباطل میں تمیز کا ملکہ)، کہیں حکمت (دانائی)، کہیں شرح صدر (سینہ کا کھول دینا)، کہیں تفہیم (سوجھ بوجھ دینا)، کہیں تعلیم (سکھادینا)، کہیں رائت (دکھادینا

، سوجھادینا) کہا گیا ہے۔ یہ علم نبوت وحی سے نیچے اور عام عقل بشری سے اوپر کا مقام رکھتا ہے۔ اس سے مراد عقل نبوت، ملکۂ نبوت اور حکمت نبوی بھی ہے۔ شاہ ولی اللہ اور علمائے اصول نے اس کو 'پیغمبرانہ قوت اجتہاد' کہا ہے۔ جبکہ صوفیاء اسے علم لدنی کہتے ہیں۔ ان سب کی معنی ایک ہی ہیں، یعنی نبی کے اندر وہ ''پیغمبرانہ عقلی قوت'' جو بشری عقل سے فوق ہے اور جس کے ذریعے وہ وحی کی تشریح، اسرار شریعت کا بیان اور دقائق حکمت کی اپنی زبان سے توضیح کرتا ہے۔[5]

آنحضرت ﷺ کے حضور روزانہ مختلف امور کے ذیل میں واقعات اور مقدمات پیش کئے جاتے، آپ وحی کتاب کے اصول و کلیات کے ماتحت اپنے نور بصیرت اور فہم و حکمت سے ان کے فیصلے فرماتے تھے۔[6]

یہی فیصلے وحی الٰہی کے بعد اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ ہیں۔ خلفائے راشدین کے بعد فقہا اور مجتہدین نے بھی فہم نبوت، نور بصیرت اور رائے الٰہی سے استفادہ حاصل کیا۔

حکمت کے معنی و مفہوم

حکمت کا مادہ ''حکم'' اور حکم کے معنی: ''منع منعا للاصلاح''، یعنی کسی کی اصلاح کے لیے اس کو کسی امر سے باز رکھنا۔ اسی لیے لگام کو بھی حکمۃ کہتے ہیں کیوں کہ اس سے گھوڑے کو سرکشی سے باز رکھا جاتا ہے۔ ایک مصرع ہے۔

ابنی حنیفة احکموا سفهائکم

''اے بنی حنیفہ! (عرب کے ایک قبیلہ کا نام) اپنے احمقوں کو شرارت سے روک لو۔''

اسی مناسبت سے اسے حکمت کہتے ہیں: وضع الاشیاء في مواضعها یعنی اشیاء کو اپنے صحیح محل پر رکھنا اور ان کو غیر صحیح محل پر استعمال کرنے سے روکنا۔ کسی جھگڑے کا عادلانہ فیصلہ کرنے کو بھی حکمت کہتے ہیں، کیوں کہ مدعی اور مدعی علیہ کے متضاد بیانات سے حقیقت شکوک و شبہات کے پردہ میں پنہاں ہو جاتی ہے۔ اس پردہ کو ہٹا کر حقیقت کو واشگاف کر دینا اور صاحب حق کو اس کا حق دلانا عدل ہے اور یہی حکمت ہے۔ اس کا دوسرا معنی اشیاء کی صحیح حقیقت کو جان لینا اور اس صحیح علم کے مطابق اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اسی لیے حکمت کی دو قسمیں ہیں۔ حکمت عملی یعنی اشیاء کی ماہیت و حقیقت کا صحیح علم اور دوسری قسم حکمت عملی یعنی اس صحیح علم کے تقاضا کے مطابق اس پر عمل پیرا ہونا۔[7]

سیرت طیبہ سے ایسی بہت سی مثالیں پیش ہیں، جو آپ کی ذہانت و فطانت، فہم و فراست، حکمت و دانائی کا بین ثبوت ہیں۔ حل طلب امور کو آپ نے جس کمال غایت سے سلجھایا، وہ فقید المثال ہے۔

تنصیب حجر اسود

یہ واقعہ اعلان نبوت سے قبل اس وقت کا ہے جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا آغاز کیا۔ قریش کے مختلف قبائل نے خانہ کعبہ کی تعمیراتی کام آپس میں تقسیم کر رکھے تھے۔ لیکن جب حجر اسود کی تنصیب کا وقت آیا تو ان کے درمیان تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ ہر شخص حجر اسود کی تنصیب میں حصہ لینا چاہتا تھا۔ لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہو پایا۔ قبائلی عصبیت نے سر اٹھایا اور نوبت کشت و خون تک آ پہنچی۔ یہ جھگڑا چار دن تک چلتا

رہا۔ پانچویں دن قریش کے ایک معمر شخص ابو امیہ بن مغیرہ نے رائے دی کہ کل جو پہلا شخص حرم میں داخل ہو، اس سے ثالثی کروائی جائے۔ دوسرے دن سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ حرم میں داخل ہوئے، لوگ ان کی ثالثی سے خوش ہوگئے۔ آپ نے حجر اسود کو ایک چادر میں رکھا اور سردارانِ قریش کو شرف دیا کہ وہ چادر کے چاروں کونے تھام کر اسے نصب کرنے کی جگہ لے آئیں۔ آپ ﷺ نے حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کر دیا۔ یوں کمال دانشمندی اور حسن تدبیر سے امن و مفاہمت کی فضا قائم کر کے آپ ﷺ نے ایک بڑی خانہ جنگی کو ٹال دیا۔[8]

یہ واقعہ حضور ﷺ کی معاملہ فہمی اور حکمت نبوی کا بین ثبوت ہے۔

اس ضمن میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں ، حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت ﷺ نے بتادیا کہ جب مختلف اعراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہو جائیں تو ان کو کیونکر مرکز واحد پر لا سکتے ہیں۔ نیز ثابت فرمادیا کہ خدشہ جنگ کے ٹال دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لیے جنگی طاقت کی نہیں بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیت کی ضرورت ہے۔[9]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نقل کرتے ہیں کہ تنصیب حجر اسود کا یہ واقعہ دو شہادتیں فراہم کرتا ہے : ایک یہ کہ آپ ﷺ نہ صرف عادل بلکہ احسان پیشہ بھی تھے اور آپ ﷺ میں خود غرضی کا شائبہ تک نہ تھا۔ دوسرے اہل مکہ آپ ﷺ کو متفقہ طور سے امین مانتے اور کہتے تھے اور انھیں آپ ﷺ کی بصیرت و حکمت اور قوت فیصلہ پر اعتماد تھا۔[10]

مواخات مدینہ

مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ قائم کرنا حضور اکرم ﷺ کی حکمت نبوی کا ایک اور کارنامہ ہے۔ یہ مہاجرین کی فوری بحالی کا معاشی منصوبہ تھا۔ ہجرت مکہ کے بعد جب مہاجرین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بے سرو سامانی کی حالت میں مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے انصار کے ساتھ ان کا مواخات کا رشتہ قائم کر دیا۔ انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے نصف مال میں شریک کیا، گھر بنانے کے لیے اپنی افتادا زمین حتیٰ کہ مسکونہ مکانات دیئے۔ اس طرح مہاجرین معاشی طور پر مستحکم اور مضبوط ہوگئے۔ ورنہ کفار مشرکین نے مہاجرین کو مفلوک الحال دیکھ کر خیال کیا تھا کہ ان کا معاشی مستقبل مخدوش اور غیر محفوظ ہو جائے گا۔ لیکن اس مواخات نے ان کو خود انحصار بنا دیا اس وقت مدینہ ایک نوزائیدہ ریاست تھی۔ نظام مواخات کی وجہ سے ریاست پر کوئی معاشی دباؤ نہیں پڑا۔ باہمی روابط کو استحکام نصیب ہوا۔ اسلامی تشخص کی اکائی مکمل طور پر صورت پذیر ہوئی۔[11]

اس بھائی چارے کا مقصود یہ بھی تھا کہ ، جاہلی عصبیتیں تحلیل ہو جائیں، حمیت و غیرت جو کچھ ہو وہ اسلام کے لیے ہو، نسل، رنگ اور وطن کے امتیازات مٹ جائیں، بلندی و پستی کا معیار انسانیت، تقویٰ کے علاوہ کچھ اور نہ ہو۔

مواخات کے اس عمل سے دین الٰہی کو تقویت حاصل ہوئی جس کے اثرات دعوت دین اور اسلامی معاشرے کی بہتری میں نمایاں طور پر نظر آئے۔ مواخات کا بہترین اثر اس وقت ظاہر ہوا جب نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ انصار کو اس

مواخات کے رشتے نے انھیں اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ تسلط اور غلبہ کے جذبات اور حکمرانی کی خواہش کے تحت امت مسلمہ میں نا اتفاقی کا باعث بنیں، اس لیے جلد ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر مہاجرین اور انصار کے مابین اتفاق ہو گیا۔

یہ بھائی چارہ ایسا نافذ العمل عہد وپیمان تھا جو خون اور مال سے مربوط تھا۔ اس بھائی چارے کے ساتھ ایثار و غمگساری اور موانست کے جذبات بھی مخلوط تھے۔ اور اسی لیے اس نے نئے معاشرے کو بڑے نادر اور تابناک کارناموں سے پر کر دیا تھا۔[12]

نظام مواخات کے اس حکیمانہ عمل سے مسلم جماعت جو مختلف عناصر اور احزاب کا مجموعہ تھی جن میں تفرقہ اور انتشار کے بیسوں عوامل موجود تھے۔ مواخات کے نظام نے ان سب کو ایک امت میں تبدیل کر دیا جن کا نفع اور نقصان، عزت وذلت، فتح وشکست کو ایک کر دیا گیا۔ محبت اور پیار کے ایسے رشتے میں پرو دیا کہ ان میں مغائرت کا کوئی جرثومہ تک باقی نہ رہا، اس نظام کی برکت سے اجنبیت کی جو دیواریں مہاجرین وانصار میں حائل تھیں وہ پیوند خاک ہو گئیں اور یہ سب یوں یک جان ہو گئے کہ انصار اپنے خونی رشتہ داروں اور سگے بھائیوں سے بھی زیادہ اپنے مہاجر بھائیوں پر اپنا سب کچھ نثار کرنے کے لیے بے چین ہو گئے۔ ایثار وقربانی کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ دنیا کی کوئی قوم ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔[13]

میثاق مدینہ

حضور اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لے آئے تو آپ نے مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات واضح اور منضبط کرنے کے لیے فریقین میں ایک معاہدہ لکھوایا، جس کو میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا کا پہلا تحریری دستور مانا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ بین الاقوامی اصولوں پر کیا گیا۔ اس خیال سے کہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد واعانت ملتی رہے۔[14]

یہ تحریری معاہدہ مندرجہ ذیل طبقوں کے درمیان طے پایا:

(الف) محمد رسول اللہ ﷺ۔

(ب) مسلمانانِ قریش مکہ ساکنین شہر مدینہ۔

(ج) مدینہ کے مسلمان (انصارِ مدینہ)۔

(د) مدینہ کے یہودی۔

(ہ) مدینہ کے نصرانی۔

(و) مدینہ کے غیر مسلم۔[15]

"میثاق مدینہ" میں سب نے مل کر طے کیا کہ مدینہ منورہ پر حملہ کی صورت میں اس کے دفاع کی ذمہ داری سب پر ہو گی اور مسلمان و کافر مل کر اس وطن کا تحفظ کریں گے۔ اس طرح آپ ﷺ نے یہ اصول دیا کہ وطن کا دفاع سب اہل وطن کی مشترکہ ذمہ داری ہوتی ہے۔

اس معاہدے نے مدینہ کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے میں تاریخی کردار ادا کیا۔ اس سے امن عامہ بحال کرنے میں بہت مدد ملی۔ میثاق مدینہ

نے مختلف تہذیبوں کے اخلاط واشتراک کے لئے ایک قانونی بنیاد فراہم کر دی۔ یثاق مدینہ کے تحت نہ صرف مدینہ میں موجود تمام طبقات ایک سیاسی وحدت میں بدل گئے اور وہاں کافی عرصے سے رائج سیاسی نزاج، سیاسی استحکام میں بدل گیا بلکہ تحریک اسلام کے حوالے سے بھی یثاق مدینہ کے دیرپا اثرات مرتب ہوئے۔ اس معاہدے کی بدولت مدینہ کو باقاعدہ شہری ریاست کا درجہ مل گیا اور آنحضور ﷺ اس ریاست کے سربراہ تسلیم کر لئے گئے۔ اسی دستاویز کی بدولت آپ ﷺ کو سیاسی، سماجی، عسکری، قانونی و عدالتی اختیارات کا مرکز تسلیم کیا گیا۔ یہودیوں کی سیاست اور قیادت اختتام پذیر ہوئی۔ معاشرے کے ہر فرد کو مذہبی آزادی کا حق حاصل ہوا۔

جملہ فریقوں کو اسے تسلیم کرنے پر رضامند کر لینا رسول اکرم ﷺ کی زبردست سیاسی حکمت کا نتیجہ تھا۔ یہ ایک معاہدہ تھا جس کے ذریعے مدینہ کے اہم طبقات کو مدینہ منورہ کے مشترکہ دفاع کا پابند کر لیا گیا۔ معاہدہ کے شرکاء میں یہودی بھی شامل تھے۔ اس کا فوری نتیجہ یہ نکلا کہ وقتی طور پر سازشوں کا خاتمہ ہو گیا اور حضور ﷺ کو موقع ملا کہ آپ ﷺ مضافات مدینہ میں آباد دیگر قبائل کے ساتھ بھی سفارتی سطح پر گفت وشنید کو آگے بڑھا سکیں اور کفار مکہ کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک سازگار فضا قائم کر سکیں۔ یثاق مدینہ داخلی استحکام کی بنیاد بنا جس نے تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑے۔[16]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں کہ جہاں تک شہری حقوق کا تعلق ہے، اس عہد نامے میں سب معاہد قوموں کے لیے ان کے تحفظ کی ضمانت فراہم کر دی گئی ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کی معاشرتی زندگی میں اخوت و حریت، مساوات اور معاشی عدل واحسان کے اصولوں کو اس چابکدستی سے سمو دیا گیا ہے کہ عقل اسے آپ ﷺ کا اعجاز سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اس عہد نامے کو یثرب کے کلّی تناظر میں دیکھا جائے تو اس کی یہ اہم خصوصیت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ اس کی رو سے یثرب کی حکومت ناآشنا سرزمین میں غالباً پہلی مرتبہ عدل و مساوات کے اصولوں پر منظم اور منضبط مملکت معرض وجود میں آئی اور لوگوں کو شہری اور معاشرتی امن وسلامتی کی نعمت غیر مترقبہ میسر آگئی۔ اس موقع پر یہ جتادینا ضروری ہے کہ مکہ کے برعکس یثرب میں اس وقت کوئی مرکزی حکومت نہ تھی اور نزاج کی حالت تھی۔ مکہ مدت سے ایک شہری ریاست تھا جس میں قریش کی حکومت تھی اور اس کے پچیس کے قریب شعبے تھے، لیکن یثرب میں عرب (اوس و خزرج) اور یہود دونوں بالترتیب بارہ اور دس قبیلوں میں منقسم تھے اور ہر قبیلہ اپنے رسم ورواج کے مطابق اپنے امور و مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا۔ ان تاریخی حقائق کے پیش نظر دیکھا جائے تو تضادات وانتشار کی سرزمین میں ایک منظم و منضبط مرکزی حکومت کا قیام یقیناً ایک عظیم وعہد آفریں کارنامہ ہے۔ اس مملکت کی اساس چونکہ اسلامی اصولوں پر استوار تھی، لہٰذا یہ امن وسلامتی کا گہوارہ تھی اور اس میں غیر مسلموں کے لیے بڑی کشش پائی جاتی تھی۔[17]

سازش کو ناکام بنانا

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک معمر یہودی شاس بن قیس کو مسلمانوں سے بے انتہا نفرت تھی، وہ اوس اور خزرج کے صحابہ کرامؓ کی مجلس کے پاس سے گزرا جو آپس میں باتوں میں مصروف تھے۔ شاس بن قیس انصار کے درمیان اسلامی اخوت کی بنیاد پر قائم ہونے والی محبت و پیار کو

دیکھ کر غصے سے آگ بگولہ ہو گیا کہ یہ وہی اوس و خزرج ہیں جو جاہلیت میں کبھی ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ وہ کہنے لگا: ''بنو قیلہ (اوس و خزرج کی والدہ) اس علاقے میں اس طرح باہمی پیار و محبت سے رہیں، خدا کی قسم! ان حالات میں تو ہمارا ان کے ساتھ گزارا ناممکن ہے۔'' شاس نے اپنے ساتھ آئے ہوئے ایک یہودی نوجوان سے کہا: ''ان کی محفل میں جاؤ اور جنگ بعاث وغیرہ کے قصے تازہ کرواور انھیں وہ اشعار سناؤ جو اس جنگ کے دوران کہے گئے تھے۔''

بعاث کی جنگ میں اوس و خزرج ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے، اس جنگ میں اوس کامیاب ہوئے تھے۔ ان دنوں اوس ابو اسید حضیر بن سماک اشہلی کی سربراہی میں لڑتے تھے۔ عمرو بن بیاض خزرج کا قائد تھا۔ یہ دونوں قائدین بعاث کی جنگ میں مارے گئے تھے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ یہودی نوجوان نے شاس کا حکم مانا جس کے سبب خزرج اور اوس کے مابین تلخی پھیل گئی، تلخی یہاں تک پھیل گئی کہ اوس قبیلہ بنو حارثہ کا اوس بن قیظی اور خزرج قبیلہ بنی سلمہ کا جبار بن صخر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ایک دوسرے کو للکارنے لگے۔ ایک نے کہا: ''اگر تم چاہو تو ہم اسے (ماضی کی جنگ) کو ابھی تازہ کر دیتے ہیں۔'' اس پر دونوں گروہ طیش میں آگئے اور بولے: ''ٹھیک ہے، حرہ میں جنگ ہو گی۔'' ہر طرف سے ہتھیار اٹھاؤ، ہتھیار اٹھاؤ کی صدائیں آنے لگیں اور سب حرہ کی طرف کھڑے ہوئے۔

اللہ کے رسول ﷺ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو آپ چند مہاجرین کے ہمراہ فوراً موقعے پر تشریف فرما ہوئے اور نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا:

''يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهَ اللَّهَ، أَبِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ بَعْدَ أَنْ هَدَاكُمُ اللَّهُ لِلْإِسْلَامِ، وَأَكْرَمَكُمْ بِهِ، وَقَطَعَ بِهِ عَنْكُمْ أَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَاسْتَنْقَذَكُمْ بِهِ مِنَ الْكُفْرِ، وَأَلَّفَ بِهِ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ''

''اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ جاہلیت کی پکار لگائی جاتی ہے؟ جبکہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں اور اللہ نے تم لوگوں کو اسلام کی ہدایت سے نوازا، اسلام کے ذریعے سے اس نے تم کو عزت بخشی اور جاہلیت سے تمھاری جان چھڑائی، کفر سے نجات دی اور اسلام ہی کے ذریعے سے اس نے تمھارے دل ملا دیے ہیں؟؟''

اللہ کے رسول ﷺ کی نصیحت سن کر لوگوں کے اوسان بحال ہوئے۔ انھیں احساس ہوا کہ یہ شیطان کا مکر اور دشمن کی سازش تھی۔ وہ زار و قطار رو دیے اور ایک دوسرے سے گلے ملے۔ رسول اللہ ﷺ کی حکمتانہ کوشش سے اللہ تعالیٰ نے شاس بن قیس کی لگائی ہوئی آگ بجھا دی۔[18]

صلح حدیبیہ

رسول مقبول ﷺ نے ۶ ہجری میں ایک خواب کے اشارے پر عمرے کا ارادہ کیا۔ صحابہ کے ساتھ جب آپ ﷺ مکہ سے باہر حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ کو مشرکین مکہ کے ناپاک عزائم کا علم ہو گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمان کو سفیر بنا کر سرداران قریش کے پاس بھیجا، تاکہ ان کو مسلمانوں کے مکہ آنے کا مقصد بتایا جائے۔ جب حضرت عثمانؓ کی واپسی میں دیر ہوئی تو یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان کو یا تو قتل کیا گیا ہے یا قید کیا گیا ہے۔ مسلمان غم و غصے میں آ گئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے ایک درخت کے نیچے بیعت لی، جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ یہ

بیعت تادم مرگ لڑنے کے عزم پر لی گئی۔اس بیعت کی اطلاع جب قریش مکہ کو ہوئی تو وہ مرعوب ہوگئے۔انہوں نے صلح کی پیش کش کردی۔

مشرکین مکہ نے حضرت عثمانؓ کو رہا کردیا اور سہیل بن عمرو کی سرکردگی میں مذاکرات کے لیے ایک وفد بھیجا تاکہ صلح کی شرائط طے کرکے معاہدہ کیا جائے۔ صلح نامہ میں جو شرائط تحریر ہوئیں وہ حسب ذیل تھیں۔

۱۔سال آئندہ میں مسلمانوں کو بیت اللہ اور طواف سے نہ روکا جائے گا۔

۲۔مسلمانوں کے ساتھ ہتھیار نہ ہوں گے، بجز تلوار کے جو میان سے باہر نہیں نکالی جائے گی۔مکہ مسلمانوں کے لیے تین دن تک خالی چھوڑدیا جائے گا۔

۳۔اس وقت اہل مکہ میں سے کوئی شخص اگر مسلمانوں کے ساتھ جانے کا ارادہ بھی کرے تو اسے ساتھ نہیں لے جایا جائے گا، لیکن اصحاب محمد ﷺ میں سے کوئی مکہ رہنا چاہے تو اسے نہیں روکا جائے گا۔

۴۔اگر مسلمانوں کا کوئی شخص قریش کے پاس پہنچ جائے گا وہ اسے واپس نہ کریں گے لیکن اگر قریش کا کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے گا تو وہ اس کو واپس کردیں گے۔

۵۔قبائل میں سے جو کوئی پسند کرے وہ محمد ﷺ کی طرف داخل ہو سکتا ہے اور جو کوئی قریش کی جانب کو پسند کرے وہ ان کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہو سکتا ہے۔

۶۔دس سال تک فریقین میں جنگ بند رہے گی۔

۷۔آپس کے جھگڑے فراخ حوصلگی کے ساتھ طے کیے جائیں گے۔[19]

بظاہر معاہدے کی شرائط مسلمانوں کے حق میں نہ تھیں۔ان شرائط کو بدلنے کے لیے حضرت عمر اور دیگر صحابہ نے زور دیا، لیکن آنحضرت ﷺ نے کچھ التفات نہ فرمایا۔ مستقبل نے ثابت کردیا کہ فہم نبوت صحیح تھی۔آنحضرت ﷺ کے حسن تدبر اور عسکری حکمت عملی کی وجہ سے اس معاہدے کے نتائج مسلمانوں کے حق میں ظاہر ہوئے۔اس صلح کو قرآن مجید میں 'فتح مبین' کہا گیا ہے۔یہ وہ صلح ہے جس نے غیر متوقع طور پر مسلمانوں کی تاریخ کا دھارا بدل دیا۔فریقین میں آنے جانے کی پابندی اٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے،اس طرح ان کو اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی۔مورخین کا بیان ہے کہ اس معاہدہ صلح سے لے کر فتح مکہ تک لوگ کثرت سے اسلام لائے۔[20]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے سخت ترین نازک دور میں حدیبیہ کے مقام پر قریش کا اس صلح پر آمادہ ہو جانا اسلامی سیاست خارجہ کی ایک واقعی ''فتح مبین'' اور ''نصر عزیز'' تھی، جس کے باعث ان کے ہاتھ کھل گئے اور فوری خطرات سے تحفظ ملنے پر انھوں نے آزادی کے ساتھ تین ہی سال میں پرامن ذرائع سے اپنی مملکت کو تقریباً دس گنا پھیلا کر پورے جزیرہ نمائے عرب کا پنا مطیع بنالیا اور وہاں سے رومی اور ایرانی اثرات کو بالکل خارج کرکے ایک ایسی مستحکم ریاست قائم کردی جو پندرہ ہی سالوں میں تین براعظموں میں پھیل گئی اور جو اس

سے ٹکرایا، پاش پاش ہو کر رہ گیا اور جس نے سر تسلیم خم کیا وہ اسلام کی رنگ و زبان سے بالا قومیت میں برابری کے ساتھ شریک ہو گیا۔ یہی وہ صلح حدیبیہ کی حکمت عملی ہے جسے عہد نبوی ﷺ کی سیاست خارجہ کا شاہکار کہنا چاہیے۔[21]

صلح حدیبیہ میں سخت شرائط کے تحت مخالفین سے صلح کر لینا اور امکانی جنگ کو ٹال دینا آپ ﷺ کی کامیاب سیاسی حکمت عملی تھی۔ اس کے نتیجے میں بہت سارے لوگ خونریزی سے بچ گئے، مستقبل قریب میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے راہیں کھلتی چلی گئیں اور انجام کار آخری فتح یعنی فتح مکہ کی منزل قریب سے قریب تر ہو گئی۔[22]

واقعہ بنی المصطلق

رسول اللہ ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے فارغ ہو کر ابھی چشمہ مریسیع پر ہی تھے کی ایک انصاری اور ایک مہاجر کے درمیان ہاتھا پائی ہو گئی۔ انصاری نے پکارا: یامعشر الانصار (انصار کے لوگو! مدد کو پہنچو) اور مہاجر نے آواز دی: یامعشر المہاجرین (مہاجرین! مدد کو آؤ) رسول اللہ ﷺ (خبر پاتے ہی وہاں تشریف لے گئے اور) فرمایا: میں تمہارے اندر موجود ہوں اور جاہلیت کی پکار پکاری جا رہی ہے؟ اسے چھوڑ دو، یہ بدبودار ہے۔[23]

منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انصار کو بھڑکایا اور مہاجروں کے خلاف اکسایا اور کہا، اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو ہم میں سے عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ جب یہ خبر حضور ﷺ کو ملی، اس وقت حضرت عمر بھی موجود تھے، انہوں نے حضور ﷺ سے ازرہ غیرت عبداللہ بن ابی کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ لیکن رسول اکرم ﷺ نے کہا، عمر! یہ کیسے مناسب رہے گا، لوگ کہیں گے، محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے فتنے کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوچ کرنے کا اعلان کیا، مبادہ یہ فتنہ کوئی اور رنگ نہ دکھائے۔ یہ ایسا وقت تھا جس میں آپ کوچ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ شام تک پورا دن اور صبح تک پوری رات چلتے رہے۔ دوسرے دن ظہر کے وقت آپ نے اتر کر پڑاؤ کیا۔ جسم زمین سے مس ہوتے ہی صحابہ سو گئے، آپ کی اس حکمت کا مقصد تھا کہ لوگوں کو سکون سے بیٹھ کر گپ لڑانے کا موقع نہ ملے۔[24]

اس کے بعد افک کا واقعہ پیش آیا، جس میں بھی عبداللہ بن ابی تہمت تراشوں میں شامل تھا۔ جب اللہ تعالی نے حضرت عائشہ کی برات وحی کے ذریعے دی تو تہمت تراشی میں جو مجرم تھے، ان کو حد لگائی گئی۔ لیکن عبداللہ بن ابی سزا سے بچ گیا۔ وہ اس طرح رسوا ہوا کہ دوبارہ سر نہ اٹھا سکا۔ جب وہ کوئی گڑبڑ کرتا، تو خود اس کی قوم کے لوگ اسے عتاب کرتے، اس کی گرفت کرتے اور اسے سخت سست کہتے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر سے کہا، "اے عمر! کیا خیال ہے، دیکھو واللہ اگر تم نے اس شخص کو اس دن قتل کر دیا ہوتا جس دن تم نے مجھ سے اسے قتل کرنے کی بات کہی تھی تو اس کے بہت سے ہمدرد اٹھ کھڑے ہوتے، لیکن اگر آج انہیں ہمدردوں کو اس کے قتل کا حکم دیا جائے تو وہ اسے قتل کر دیں گے۔" حضرت عمر نے کہا، "واللہ! میری سمجھ میں خوب آگیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ میرے معاملے سے زیادہ بابرکت ہے۔"[25]

فتح مکہ

حضور اکرم ﷺ نے مکہ کے جہاد کی تیاری کے سلسلہ میں سب سے پہلی حکمت عملی یہ اختیار فرمائی کہ اس جہاد کو خفیہ رکھا جائے تاکہ کفار مکہ کو اس کا علم نہ ہو اور مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر پسپا ہو جائیں اور ہتھیار ڈال دیں۔

ابن اسحاق، محمد بن جعفر سے عروہ کی معرفت حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عائشہؓ کے پاس گئے۔ وہ گندم چھان رہی تھیں، پوچھا یہ کیا ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تیاری کا حکم فرمایا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ پوچھا کدھر کا ارادہ ہے؟ بتایا صرف تیاری کا حکم دیا ہے اور کچھ نہیں کہا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بتا دیا کہ مکہ جا رہے ہیں اور سب کو سعی و کوشش اور تیاری کا حکم فرما دیا اور دعا فرمائی یا اللہ! مشرکین مکہ کے آنکھوں پر پردہ ڈال دے اور ان کو بہرہ کر دے یہاں تک کہ ہم اچانک ان کے علاقے میں داخل ہو جائیں۔[26]

ابن اسحاق، زہری سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کی معرفت حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جہاد کے سفر پر روانہ ہوئے، یہ روانگی دس رمضان ۸ ہجری عمل میں آئی، دس ہزار فوج ساتھ تھی اور ہر قبیلہ کے متعدد مسلمان شریک تھے، مہاجرین اور انصار سب کے سب شریک تھے۔[27]

مشرکین مکہ سے جہاد کے لیے آپ ﷺ نے اسلامی لشکر کا مکہ کے نواح میں پڑاؤ ڈالا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے حکمت عملی اختیار فرماتے ہوئے حکم فرمایا کہ رات کو ہر سپاہی الگ الگ آگ جلائے۔ مکہ کی پہاڑیوں پر آباد خاندانوں نے دیکھا کہ پہاڑ کے دامن میں ہر طرف آگ ہی آگ ہے اور اندازہ کیا کہ مسلمانوں نے پچاس ہزار فوج کے ساتھ مکہ پر حملہ کر دیا ہے، جس سے ان کے حوصلے پست ہو گئے۔[28]

حضور اکرم ﷺ نے لشکر کے پڑاؤ کے دوران جب ابو سفیان آئے تو اس پر اور اہل مکہ پر اسلامی لشکر کا رعب و دبدبہ ڈالنے کے لیے حضرت عباسؓ کو ابو سفیان کو ایک مقام پر نظارہ کرانے کا حکم فرمایا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ابو سفیان کو لے کر وہاں ٹھہر گیا جہاں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا۔ سب قبائل اپنا علم لئے سامنے سے گزر رہے تھے۔ جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تو ابو سفیان پوچھتے: عباسؓ یہ کون لوگ ہیں؟ مثلاً میں کہتا: سلیم تو ابو سفیان کہتے مجھ ان سے کیا واسطہ، پھر کوئی قبیلہ گزرتا تو پوچھتے! عباسؓ یہ کون لوگ ہیں ،میں کہتا مزینہ قبیلہ ہے تو وہ کہتے مزینہ سے مجھے کیا واسطہ، یہاں تک کہ جو قبیلہ بھی گزرتا وہ پوچھتے اور میں بتاتا تو کہتے مجھے اس قبیلہ سے کیا مطلب۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ایک مسلح لشکر میں گزرے، صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں اس میں مہاجرین اور انصار شامل تھے، اس لشکر کو دیکھ کر ابو سفیان نے پوچھا: ارے عباسؓ یہ کون ہیں، میں نے کہا مہاجرین اور انصار میں رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہیں، تو اس نے کہا ان سے لڑائی کی طاقت کس میں ہے؟ واللہ ابو الفضل! آج تو تیرا بھتیجا بڑا بادشاہ بن گیا ہے۔ میں نے کہا: ابو سفیان یہ بادشاہت نہیں نبوت ہے اس نے کہا ہاں اب ٹھیک ہے، پھر میں نے کہا قوم کی فکر کیجئے۔[29]

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے مشرکین مکہ کے لیے عام معافی کا اعلان کیا، جس کے نتیجے میں ان کے

قلوب اسلام کی طرف مائل ہوئے اور انھوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا۔ابن جریر طبری تحریر کرتے ہیں: قتادہ السدوسی سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا: اے قریش، اے اہل مکہ! جانتے ہو کہ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔انھوں نے کہا آپ ﷺ اچھا سلوک فرمائیں گے کیوں کہ آپ ﷺ شریف ہیں اور شریف کے بیٹے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا اچھا جاؤ تم سب آزاد ہو، چھوڑے گئے۔رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل مکہ کو آزاد فرمایا، حالاں کہ بزور شمشیر اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ ﷺ کے لیے مسخر فرمایا تھا اور وہ بمنزلہ نئے کے تھے، اسی وجہ سے اہل مکہ کو "طلقا" کہنے لگے۔[30]

نتائج

- اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے رسولوں پر کتب الٰہی کے نزول کے ساتھ ساتھ حکمت بھی عطا فرماتا ہے۔
- رسول اکرم ﷺ نے مملکت و سیاست سے لے کر تمام شعبہ ہائے زندگی کے امور میں وحی الٰہی کی روشنی میں حکمت، فہم و فراست کے ساتھ معاملات کو حل فرمایا۔
- حجر اسود کے تنصیب کے وقت مکہ کے قبائل کے مابین خوں ریز جنگ کا خطرہ رسول اللہ ﷺ کی بہترین حکمت عملی سے امن و مفاہمت میں بدل گیا۔
- مہاجرین اور انصار کے مابین نظام مواخات قائم کرنا رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی ایک زریں کارنامہ ثابت ہوا اس بھائی چارگی کے نظام نے ان سب کو ایک امت و قوم میں تبدیل کر دیا۔
- رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقعوں پر جو فیصلے فرمائے ان سے آپ ﷺ کی اعلیٰ ترین فہم و فراست ثابت ہوتی ہے۔رسول اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی تربیت اس انداز میں کی کہ وہ قوم و نسل، قبیلہ و برادری اور دیگر تعلقات ختم کر کے ایک عقیدہ کے تعلق سے باہم وابستہ ہو گئے اور مرتے دم تک اسلامی مشن کے لیے استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہے اور اسلامی تحریک کی کامیابی میں بہترین کردار ادا کیا۔
- میثاق مدینہ رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی و اعلیٰ بصیرت کا نمایاں ثبوت ہے جو کہ انسانی تاریخ کا پہلا تحریری دستور قرار پایا، جس کی بنیاد امن و انصاف اور بقائے باہمی کے اصولوں پر تعمیر کی گئی۔میثاق مدینہ کی بدولت حضور اکرم ﷺ نے مدینہ کے مختلف قبائل کو اپنی قیادت میں لے لیا جس کی بنا پر اہل ایمان کو یہ موقع میسر آیا کہ وہ اسلامی مملکت کی بنیادوں کو مظبوط و محفوظ بنا سکیں۔
- رسول اللہ ﷺ کی کامیاب حکمت عملیوں سے مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی اور تمام عرب ایک قوم بنے اور مدینہ مسلمانوں کی قومی ریاست کا دار الحکومت بنا۔
- کفار کی جانب سے مختلف سازشوں کو ناکام بنانے سے اللہ کے رسول ﷺ کی حکمتانہ صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگایا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اہل اسلام کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے منصوبوں کو احسن طریقے سے ناکام بنایا۔آپ اسی طرح مسلمانوں کے تمام معاملات

کی نگرانی فرماتے۔ان واقعات میں امت مسلمہ کے سربراہان، قائدین وامراء کے لیے بہترین مثالیں موجود ہیں۔

- رسول اللہ ﷺ کا معاہدہ صلح حدیبیہ ایک بے مثال معاہدہ ثابت ہوا جس سے رسول اللہ ﷺ کی بے مثال بصیرت ثابت ہوتی ہے،اس معاہدے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مکہ اور دیگر اور اس کے ارد گرد مختلف قبائل کو منقسم کر دیا تاکہ وہ اتحاد بنا کر مدینہ پر حملہ نہ کر سکیں اور مسلمانوں کو تشہیر اسلام کا آزادی سے موقع مل سکے جو کہ رسول اللہ ﷺ کا نصب العین تھا۔
- فتح مکہ حضور اکرم ﷺ کی دانشمندی اور حکمت عملی کا واضح عملی نمونہ ہے کہ جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی،مکہ شہر کو بغیر قتل وغارت گری اور خوں ریزی کے فتح کر لینا اور اس شہر کے کفار باسی جو کہ مسلمانوں کے سخت دشمن تھے رسول اللہ ﷺ کی عام معافی کی بہترین پالیسی سے ان کے قلوب ایسے تبدیل ہوئے کہ انھوں اسلام قبول کر کے دین اسلام کے لیے بہترین خدمات انجام دیں اور صحابہ کرامؓ کا درجہ حاصل کیا اور آج ان کی اولادیں دین اسلام کی محافظ ہیں اور اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی خدمات انجام دے رہی ہیں۔

سفارشات

- رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کامیابی وکامرانی کے لیے بہترین نمونہ ہے،خاص کر حکمرانوں، قائدین اور سربراہان رسول اللہ ﷺ کی معاملہ فہمی، بصیرت، فہم وفراست، فیصلہ سازی سے استفادہ حاصل کر کے مخلوق خدا کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔

حوالہ جات

References

1-Surah Al-Nisa :113
2-Surah Al-Baqra :269
3-Surah Al-Jumma:2
4- Imam Wali ud Deen Muhammad bin Abdullah Al Khateeb, Mashkat tul Masabih, Bab: Al Aitesam bil Kitab wa Al Sunnah, Vol.1, p55
5-Shibli Numani/Suleman Nadwi, Seerat un Nabiﷺ, Dar ul Ishat, Karachi, 2004, Vol.3-4, p539-540
6 -Shibli Numani/Suleman Nadwi, Seerat un Nabiﷺ, Dar ul Ishat, Karachi, 2004, Vol.3-4, p558-559
7- Peer Muhammad Karam Shah Al Azhari, Zia un Nabiﷺ, Zia ul Quran Publications, Lahore, 1418 AH, Vol.7, p 43-44
8- Shibli Numani/Suleman Nadwi, Seerat un Nabiﷺ, Dar ul Ishat, Karachi, 2004, Vol.1-2, p124
9- Qazi Muhammad Suleman Mansoor Pori, Rehamat ul lil Aalameenﷺ, Al Faisal Nashran, Lahore,2010, Vol.1-2-3, p31
10- Dr.Naseer Ahmed Nasir, Peghambar e Azam ﷺ, Feeroz Sanz Limited, Lahore, p224
11- Dr.Muhammad Tahir ul Qadri, Seerat ur Rasoolﷺ, Minhaj ul Quran, Lahore, 2004, Vol.10, p618-619
12- Safi Ur Rehman Mubarak Puri, Ar Raheeq ul Makhtoom,Al Maktaba ul Salfia, Lahore, 2003, p256
13- Peer Muhammad Karam Shah Al Azhari, Zia un Nabiﷺ, Zia ul Quran Publications, Lahore, 1415 AH, Vol.3, p 180
14- Qazi Muhammad Suleman Mansoor Pori, Rehamat ul lil Aalameenﷺ, Al Faisal Nashran, Lahore,

2010, Vol.1-2-3, p95

[15]- Dr.Muhammad Hameed Ullah, Siayasi wa Siqa Jat, Majlis Taraqi Adab Club Road, Lahore, 2005, p35

[16]- Dr.Muhammad Tahir ul Qadri, Seerat ur Rasoolﷺ, Minhaj ul Quran, Lahore, 2004, Vol.10, p618

[17]- Dr.Naseer Ahmed Nasir, Peghambar e Azam ﷺ, Feeroz Sanz Limited, Lahore, p415-416

[18]-(a) Abdul Malik Bin Hasham bin Ayoub Alhamiri Al Maarfi, Abu Muhammad, Jamal Uddin, Seerat un Nabwiya la bin Hasham, Maktaba Mustafa Al babi Al Halbi, Misar, 1995, Vol.1, p556

(b) Muhammad bin Muhammad bin Muhammad bin Ahmed, Ibne Sayed UnNass, Al Numairi Al Rabiyi, Abu Al Fath, Fath e Uddin, Ayon ul Asar fi Fanuon Al Maghazi Washamiya Wa Shamaiyal wa al Seer, Dar ul Qalam, Beruit, 1993, Vol.1, p247

[19]- Qazi Muhammad Suleman Mansoor Pori, Rehamat ul lil Aalameenﷺ, Al Faisal Nashran, Lahore, 2010, Vol.3, p13

[20]- Qazi Muhammad Suleman Mansoor Pori, Rehamat ul lil Aalameenﷺ, Al Faisal Nashran, Lahore, 2010, Vol.1, p213

[21]- Dr.Muhammad Hameed Ullah, Rasool e Akramﷺ ki Siayasi Zindgi, Nigareshat Publishers, Lahore, 2013, p96

[22]- Dr.Muhammad Tahir ul Qadri, Seerat ur Rasoolﷺ, Minhaj ul Quran, Lahore, 2004, Vol.10, p624

[23]- Safi Ur Rehman Mubarak Puri, Ar Raheeq ul Makhtoom,Al Maktaba ul Salfia, Lahore, 2003, p449

[24]- Safi Ur Rehman Mubarak Puri, Ar Raheeq ul Makhtoom,Al Maktaba ul Salfia, Lahore, 2003, p450

[25]- Safi Ur Rehman Mubarak Puri, Ar Raheeq ul Makhtoom,Al Maktaba ul Salfia, Lahore, 2003, p455

[26]- Ibne Kaseer, Hafiz Imad Uddin Abu al Fida Ismail, Tareekh Ibne Kaseer, Dar ul Ishat, Karachi, 2008, Vol.2, p692

[27]- Ibne Kaseer, Hafiz Imad Uddin Abu al Fida Ismail, Tareekh Ibne Kaseer, Dar ul Ishat, Karachi, 2008, Vol.2, p694

[28]- Dr.khawja Salam Uddin Niaz, Rasool e Rehmatﷺ, Classical the mal, Lahore, p667-668

[29]- Ibne Kaseer, Hafiz Imad Uddin Abu al Fida Ismail, Tareekh Ibne Kaseer, Dar ul Ishat, Karachi, 2008, Vol.2, p700

[30]- Ibne Jareer Al Tabri, Abu Jafar Muhammad, Tareekh e Tabri, Nafees Academy, Karachi, 2004, Vol.2, p308